© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر ونظر

قتل غیرت کے نام پر
قرآن وسنت سے متصادم قانون سازی

پاکستان کی تاریخ میں سال ۲۰۰۴ء کو 'اسلامی تشدد پسندی' کے خلاف حکومتی سرگرمی اور مسلح مہم جوئی کے علاوہ حدود قوانین اور توہینِ رسالت سے متعلق ضوابط کے خلاف وفاقی حکومت اور بعض مغرب زدہ این جی اوز کی تحریک کے حوالے سے ایک خاص اہمیت کا حامل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سال کے دوران پاکستان کے قبائلی علاقوں، پاک افغان سرحد کے ساتھ ساتھ اور وطن عزیز کے اندر فوجی کارروائی میں سینکڑوں 'اسلامی جنگجوؤں' کو 'ہلاک' کیا گیا اور یہ کارروائی دمِ تحریر بھی پورے زور وشور سے جاری ہے۔

دوسرا محاذ جو سارا سال گرم رہا، وہ حدود قوانین اور توہین رسالت کی مخالفت کا ہے۔ ان دونوں مہمات کی بازگشت نہ صرف یہ کہ پوری دنیا میں سنی جاتی رہی بلکہ اکنافِ عالم سے ان دونوں محاذوں پر حکومت اور این جی اوز کو ہر طرح کی کمک بھی فراہم کی جاتی رہی ہے۔ اس کمک میں یہ اَعداد وشمار بھی شامل ہیں کہ غیرت کے نام پر پاکستان میں ۲۰۰۱ء کے دوران ۷۵۸، ۲۰۰۲ء میں ۸۲۳ اور ۲۰۰۳ء میں ۱۲۶۱ عورتوں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ ان اعداد وشمار سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ رائج الوقت قوانین عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کو کنٹرول کرنے میں نہ صرف یہ کہ ناکام ہیں بلکہ متعلقہ جرائم میں اضافے کی حوصلہ افزائی کا سبب بھی بن رہے ہیں۔

اس پس منظر کے ساتھ آئندہ دنوں میں ایک اور قانونی جنگ کی منصوبہ بندی بھی کرلی گئی ہے، اس سلسلے میں قومی اسمبلی میں تین ترمیمی سفارشات زیر بحث آنے والی ہیں :

1. بین الاقوامی سطح کے دباؤ کے زیر اثر حکومتی حلقوں نے عالمی طاقتوں کو مطمئن کرنے کے لئے ایک بل تیار کرکے تقسیم کیا جس میں ایسی تجاویز سامنے لائی گئی ہیں جو حدود آرڈیننس میں تبدیلیاں لاکر حدود آرڈیننس کے دائرہ میں آنے والی خواتین کے گرد حفاظتی حصار تعمیر

© rasailojaraid.com

کرنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بل میں کچھ ایسی تبدیلیاں بھی تجویز کی گئی ہیں جن کے نفاذ کے بعد توہین رسالت کے حوالے سے دائر ہونے والے مقدمات کا طریقہ تفتیش بدل جائے گا اور ان مقدمات کو دائر ہونے کے بعد تفتیش کے مراحل ہی میں ختم کردینے کے امکانات اور مواقع بڑھ جائیں گے۔

۲ حکومتی بل کو ناکافی گرداننے والی پارٹی 'پیپلز پارٹی، پیٹریاٹ' نے خواتین کو اپنے 'حقوق' کے حوالے سے مضبوط بنانے کے لئے اپنی طرف سے بھی ایک بل اسمبلی میں پیش کیا۔ اس بل میں اپنی پسند سے محبت کی شادی کرنے والی خواتین کے رستے میں رکاوٹ بننے والے ماں باپ اور دیگر لوگوں کے لئے سزائے قید تجویز کی گئی ہے۔ اور رائج الوقت حدود قوانین بہ یک جنبش قلم مسترد اور کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

۳ ان دونوں بلوں کے مقابلے میں اسلامی قانونی حلقوں کی جانب سے رائج الوقت اسلامی قوانین وضوابط کو مزید مستحکم بنانے کے لئے ایک علیحدہ بل مرتب کرکے متعلقہ حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس بل میں زور دیا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رائج الوقت تمام قوانین کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالا جانا لازمی قرار دیا جائے اور اس امر کی آئینی یقین دہانی عوام کو مہیا کی جائے کہ آئندہ بھی کوئی ایسا قانون وضع اور نافذ نہیں کیا جاسکے گا جو کسی بھی طرح سے قرآن وسنت کی تعلیمات اور تقاضوں کے منافی یا ان سے متصادم ہو۔

مقامِ حیرت ہے کہ ابھی تک ان میں سے کوئی بھی بل بحث کے لئے قومی اسمبلی کے ایوان میں پیش نہیں کیا گیا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ چونکہ ان بلوں پر بحث بہت گرما گرم ہونے کا امکان ہے اور اس بحث کے نتیجے میں عوامی سطح پر بھی اشتعال اور بدامنی کے اندیشوں کو ردّ نہیں کیا جاسکتا۔ اس پس منظر کے ساتھ ساتھ اسی دوران جنرل پرویز مشرف کی وردی اُتارنے یا نہ اُتارنے کا فیصلہ بھی ہونے والا ہے۔ وردی نہ اُتارنے کا فیصلہ بجائے خود ایک عوامی آتش فشاں ثابت ہوسکتا ہے۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ حدود آرڈیننس میں تبدیلیوں اور توہین رسالت کے قانون میں اندراجِ مقدمہ کے طریقے میں تبدیلی کا بل اس سال قومی اسمبلی میں زیر بحث نہ آسکے۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس تمام صورتِ حال کو عوامی آگہی اور معاملات کی بہتر تفہیم کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ آنے والی سطور میں ہم

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تینوں مذکورہ مجوزہ آئینی بلوں کے ایک جائزے کے ساتھ ساتھ ان کے ممکنہ اثرات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

❶ وفاقی حکومت کا ترمیمی مسودہ

وفاقی حکومت نے حدود آرڈیننس، قانون توہین رسالت اور قانون دیت وقصاص سے متعلق رائج الوقت قوانین میں تبدیلیوں کے لئے ایک بل تیار کیا ہے جس کا مسودہ وزیرمملکت برائے قانون کے دستخطوں کے ساتھ قومی اسمبلی میں برائے مطالعہ تقسیم کیا گیا ہے۔ اس مسودے میں مذکورہ بالا قوانین میں ترمیم وتبدل کی جو وجوہات بیان کی گئی ہیں، ان کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

> ''غیرت کے نام پر قتل اور اسی عنوان سے کئے گئے دیگر جرائم جن میں 'کاروکاری' اور 'سیاہ کاری' وغیرہ شامل ہیں، عوام الناس اور بنیادی انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں میں ہمیشہ سے زیر بحث چلے آرہے ہیں۔ لیکن گذشتہ چند سالوں کے دوران یہ مباحث زیادہ اہمیت اختیار کرتے چلے گئے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مختلف عوامی سطحوں کے ساتھ ساتھ پولیس نے بھی غیرت کے نام پر کئے جانے والے جرائم کو قابل معافی تصور کرلیا ہے۔ ایسے جرائم میں سے بہت سے واقعات پر اکثر اوقات پرچہ تک درج نہیں کیا جاتا یا پھر مناسب تحقیق نہیں کی جاتی، مزید یہ کہ اس کے بعد سنجیدگی سے مقدمات کی پیروی سے گریز کیا جاتا ہے۔ بہت سے مقدمات میں صلح کروا دی جاتی ہے۔ اس طرح مجرم اکثر اوقات سزا سے صاف بچ نکلتے ہیں اور اگر سزا ہو بھی تو جرم کی شدت کے تناسب سے نہیں ہوتی۔
>
> یہی وجہ ہے کہ غیرت کے نام پر کئے جانے والے جرائم کی سزاؤں میں اضافہ تجویز کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ یہ بھی محسوس کیا گیا ہے کہ بالخصوص پولیس اہلکار توہین رسالت کے مقدمات میں اور حدود آرڈیننس کے تحت جرمِ زنا میں ملوث خواتین کے معاملات میں قانون کا غلط استعمال کررہے ہیں۔ اس لئے ان معاملات میں پولیس کی تفتیش کا معیار بلند کیا جانا مقصود ہے۔ تاکہ ایسے جرائم کی تفتیش سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے سے کم رتبے کا کوئی اہلکار نہ کرسکے۔ اور زنا کے زیر الزام کسی خاتون کو عدالت کی اجازت کے بغیر پولیس گرفتار نہ کرسکے۔ زیر تجویز بل انہی مقاصد کے حصول کے لئے وضع کیا گیا ہے۔''

مذکورہ بالا زیر تجویز بل کی دفعہ نمبر ۱ میں کہا گیا ہے کہ اس قانون کا نام 'دی کریمنل لاء

© rasailojaraid.com

(امینڈمنٹ) ایکٹ ۲۰۰۴ئ' ہوگا اور یہ فوری طور پر پورے ملک میں نافذ العمل قرار پائے گا۔

'غیرت کے نام پر جرائم' میں ترمیم

☜ حکومتی بل کی دفعہ ۲ کے تحت تعزیراتِ پاکستان (پاکستان پینل کوڈ مجریہ ۱۸۶۰ئ) کی دفعہ ۲۹۹ کی ذیلی دفعہ 'ایچ' کے بعد ایک نئی دفعہ 'ایچ ایچ' کا اضافہ کرنے کی تجویز دی گئی ہے جس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

''(ایچ ایچ) 'جرائم غیرت' سے مراد ایسے جرائم ہیں جو غیرت یا عزت کے نام پر کئے جائیں یا پھر غیرت اور بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے جن کا ارتکاب کیا جائے۔ ان جرائم میں قتل غیرت کے علاوہ کاروکاری، سیاہ کاری اور ایسی ہی دوسری مماثل رسومات بھی شامل ہیں۔''

'قانونِ قصاص و دیت' میں ترمیم

☜ اس کے بعد دفعہ ۲۹۹ کی ذیلی دفعہ 'ایم' میں بھی حسبِ ذیل تبدیلی تجویز کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس دفعہ میں جہاں لفظ 'قصاص' آیا ہے۔ اس کے بعد حسبِ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا...... ''ماسوائے اس فرد کے جس نے قتل کا ارتکاب کیا ہو۔''

یاد رہے کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۹ کی ذیلی دفعہ 'ایم' میں 'ولی' کی تعریف بیان کی گئی ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

''ولی سے مراد وہ شخص ہے جو طلبِ قصاص کا حق دار ہو۔''

بل میں تجویز کی گئی ترمیم کے بعد ولی کی تعریف کچھ اس طرح ہو جائے گی:

''ولی سے مراد وہ شخص ہے جو طلبِ قصاص کا حقدار ہو ماسوائے اس شخص کے جس نے قتل کا ارتکاب کیا ہو۔''

'قتل' میں ترمیم

پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۰۲ جرمِ قتل سے متعلق ہے۔ اس میں بھی دو تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں جو اس طرح سے ہیں:

☜ دفعہ ۳۰۲ کی ذیلی دفعہ 'سی' میں جہاں ۲۵ سال کے الفاظ درج ہیں، ان کے بعد حسب ذیل الفاظ درج کئے جائیں: ''لیکن یہ سزا دس سال سے کم نہ ہوگی۔''

☜ اور پھر دوسری تبدیلی یہ کہ دفعہ 'سی' کے آخر میں مندرجہ ذیل جملے کا اضافہ کیا جائے گا:

© rasailojaraid.com

''اس شق میں دی گئی کسی چیز کا اطلاق اس قتل عمد پر نہیں ہوگا جو غیرت سے متعلقہ جرائم کے نتیجے میں کیا گیا ہو۔ ایسے جرائم دفعہ ۳۰۲ کی ذیلی دفعات 'اے' اور 'بی' کے دائرے میں آئیں گے۔''

اس مجوزہ تبدیلی کے بعد دفعہ ۳۰۲ حسبِ ذیل صورت میں اطلاق پذیر ہوگی:

''۳۰۲۔قتل عمد کی سزا: جو کوئی قتل عمد کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسے اس باب (نمبر ۱۴) کے تحت:

(a) قصاص کے طور پر سزائے موت دی جائے گی۔

(b) سزائے موت یا مقدمہ کے حالات وحقائق کے مطابق عمر قید کی تعزیری سزا دی جائے گی بشرطیکہ دفعہ ۳۰۴ کے مطابق ثبوت مہیا نہ ہوسکے۔

(c) اگر اسلامی قانون کے تحت قصاص کی سزا لاگو نہ ہوسکے تو مذکورہ جرم پر ۲۵ سال تک سزا دی جاسکے گی لیکن یہ سزا دس سال سے کم نہ ہوگی۔

☜ حکومت کی جانب سے تیار کئے گئے ترمیمی بل میں پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۱۰ کی ذیلی دفعہ 'ا' میں ایک تبدیلی تجویز کی گئی ہے جو اس طرح ہے:

''کسی عورت کو بدلِ صلح کے نتیجے میں بذریعہ شادی یا کسی اور طریقے سے کسی کے حوالے نہیں دیا جائے گا۔''

اس مجوزہ ترمیم کے بعد دفعہ ۳۱۰ کی نئی صورت اس انداز میں نفاذ پذیر ہوگی:

''۳۱۰۔قتل عمد میں قصاص پر صلح: قتل عمد کے مقدمہ میں ایک عاقل بالغ ولی کسی مرحلے پر بھی بدلِ صلح قبول کرکے اپنے حق قصاص سے دست بردار ہوسکتا ہے۔ البتہ کسی عورت کو بدلِ صلح کے نتیجے میں بذریعہ شادی یا کسی اور طریقے سے کسی کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔''

☜ دفعہ ۳۱۰ کے ساتھ ساتھ دفعہ ۳۱۱ میں بھی دو تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں جو یوں ہیں:

(i) الفاظ ۱۴ سال کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ لکھے جائیں گے: ''لیکن یہ دس سال سے کم نہیں ہوگی۔''

(ii) لفظ Conscience کے بعد اس دفعہ کی وضاحتی شق میں حسبِ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا جائے گا: ''یا وہ فعل جو جرمِ غیرت سے متعلق ہو۔''

مذکورہ بالا تبدیلیوں کے بعد دفعہ ۳۱۱ درج ذیل صورت میں نفاذ پذیر ہوگی:

''۳۱۱۔قتل عمد میں حق قصاص پر صلح کے بعد تعزیر: دفعہ ۳۰۴ اور ۳۱۰ میں دیے گئے ضوابط سے قطع نظر ولی کا درجہ رکھنے والے تمام افراد نے صلح نہ کی ہو یا قصاص معاف نہ کیا ہو تو ایسے مقدمات میں یا پھر فساد فی الارض کے پیش نظر حقائق اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

عدالت قتل عمد کے مجرم کو سزاے تعزیر سنا سکتی ہے۔ یہ سزا چودہ سال تک ہوسکتی ہے لیکن یہ سزا دس سال سے کم نہ ہوگی۔

☜ اس کے بعد پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۲۴ میں بھی ایک تبدیلی تجویز کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس دفعہ میں لکھے گئے الفاظ 'دس سال' کے بعد حسب ِذیل لفظوں کا اضافہ کیا جائے گا:

''لیکن یہ سزا چار سال سے کم نہ ہوگی بشرطیکہ جرم کا تعلق غیرت سے متعلقہ جرائم سے ہو۔''

بل میں تجویز کی گئی اس ترمیم کے بعد دفعہ ۳۲۴ حسب ِذیل صورت اختیار کرلے گی:

''۳۲۴۔قتل عمد کی کوشش: اگر کوئی یہ جانتے ہوئے کہ اس کے اقدام سے جان جاسکتی ہے، جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے قتل عمد کی کوشش سمجھا جائے گا۔ ایسے جرم پر دس سال تک کی قید اور جرمانہ کی سزا دی جاسکے گی۔ اس کے علاوہ مجرم کو ضربات پہنچانے کی الگ سزا بھی دی جائے گی لیکن یہ سزا چار سال سے کم نہ ہوگی بشرطیکہ جرم کا تعلق غیرت سے متعلق جرائم سے ہو۔''

☜ اس کے علاوہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۳۷ 'این' کی ذیلی دفعہ '۲' میں بھی دو تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں یعنی ایک تبدیلی کے ساتھ ایک وضاحت کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ ان تبدیلیوں اور اضافے کی تفصیل حسب ِذیل ہے:

(اے) لفظ 'کریمنل' کے بعد درج ذیل الفاظ بڑھائے جائیں گے:

''یا اس نے جو ضربات لگائی ہوں، وہ جرائم غیرت سے تعلق رکھتی ہوں۔''

(بی) فل سٹاپ کے بعد مندرجہ ذیل وضاحت بھی قانون میں شامل کی جائے گی:

''اگر جرم کا تعلق غیرت سے ہو تو متعلقہ جرم کے لئے قانون میں دی گئی زیادہ سے زیادہ سزا کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعزیر کی ایسی سزا دی جائے گی جو ضربات پر زیادہ سے زیادہ سزا کے ایک تہائی سے کم نہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ ضربات غیرت سے متعلق جرائم کے نتیجے میں پہنچائی گئی ہو تو تعزیر زیادہ سے زیادہ سزا کے نصف سے کم نہ ہوگی۔''

یاد رہے کہ دفعہ ۳۳۷ 'این' ان ضربات سے متعلق ہے جن میں قصاص کی سزا لاگو نہیں ہوتی۔ اس کی ذیلی دفعہ '۲' میں کہا گیا ہے کہ ایسے مقدمات عدالت اپنی صوابدید کے مطابق ارش (اتلافِ عضو وغیرہ کا عوضانہ) کے علاوہ تعزیر بھی دے سکے گی بشرطیکہ مجرم سابقہ سزا یافتہ ہو، عادی یا سنگدل مجرم ہو یا پھر مشتعل اور خطرناک جرائم پیشہ ہو۔

☜ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۳۸ 'ای' کی ذیلی دفعہ '۱' کے آخر میں حسب ِذیل الفاظ کے اضافے کی سفارش بھی کی گئی ہے:

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''مزید یہ کہ اگر اس باب کے تحت قتل عمد یا کوئی اور ارتکابِ فعل غیرت کے نام پر کیا گیا ہو تو ایسا جرم نہ تو قابل معافی ہوگا اور نہ صلح کے قابل گردانا جائے گا۔ ماسوائے اس کے کہ عدالت اپنی دانست کے مطابق شرائط عائد کرکے صلح یا معافی کی اجازت دے۔ عدالت اس ضمن میں حالات وواقعات کو سامنے رکھ کر حکم جاری کرے گی۔''

قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اوپر دی گئی عبارت میں لفظ باب سے مراد پاکستان پینل کوڈ (تعزیراتِ پاکستان) کے باب نمبر ۱۶ سے ہے۔ ۱۹۹۷ء میں کریمنل لاء (امینڈمنٹ) ایکٹ نمبر II کے تحت ۱۱/اپریل ۱۹۹۷ء کو تعزیراتِ پاکستان میں تبدیلی کرکے دفعہ نمبر ۲۹۹ تا ۳۳۸ میں ردّوبدل کیا گیا تھا اور انسانی جان کو ضرر پہنچانے سے متعلق سزاؤں کو اسلامی قانون کے دائرے میں لایا گیا تھا اور مختلف ضربات سمیت قتل عمد اور قتل خطا کی تعریف متعین کی گئی تھی۔

اس باب کے تحت قتل عمد، قتل خطا، جبری قتل، قتل عمد ناسزاوار قصاص، قتل عمد بعد از معافی قصاص، قتل شبہ عمد، قتل بالسبب، حملہ برائے قتل عمد، خودکشی کی کوشش، بچوں کے اغوا اور ڈکیتی میں معاونت، بارہ سال سے کم عمر کے بچے کی زندگی کو خطرات میں ڈالنا، کسی پیدائش کو چھپانا، نومولود کے مردہ جسم کو ضائع کرنا، کسی انسان کو مجروح کرنا، جسمانی اعضا سے محروم کرنا، جسمانی عضو کو ناکارہ بنانا، سر یا چہرے پر ضربات لگانا، سر اور چہرے کے علاوہ بدن کے دیگر حصوں پر چوٹ لگانا، تیز رفتار گاڑی سے کسی کو زخم پہنچانا، کوئی بات منوانے کے لئے تشدد کرنا، جائیداد حاصل کرنے کے لئے تشدد کرنا، دانت ضائع کرنا، بالوں سے محروم کرنا، اسقاطِ حمل کروانا یا کرنا، اسقاطِ جنین کرنا یا کروانا جیسے جرائم شامل ہیں۔

اسی باب میں ان تمام جرائم کی تعریف متعین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی سزائیں بھی بیان کی گئی ہیں اور دیت وقصاص کی ادائیگی اور ان رقوم کے حق دار افراد کا تعین بھی کیا گیا ہے۔

حکومت کی طرف سے تجویز کردہ بل میں اوپر بیان کی گئی سطور اگر باقاعدہ قانون سازی کے ذریعے نافذ العمل ہوجاتی ہیں تو ان کا اثر باب نمبر ۱۶ میں بیان کئے گئے مذکورہ بالا جرائم پر پڑے گا۔ یعنی جن جرائم میں یہ ثابت ہوگیا کہ یہ جرائم غیرت کے غلبہ میں آکر کئے گئے ہیں ان میں معافی اور صلح کی سہولت میں فریقین کا اختیار ختم ہوجائے گا۔ البتہ حالات وواقعات کی روشنی میں عدالت اگر یہ مناسب سمجھے کہ صلح یا معافی قرین انصاف دکھائی دیتی ہے تو مجرم فریق

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

پر اپنی دانست اور صوابدید کے مطابق شرائط عائد کرتے ہوئے صلح یا معافی کا حکم جاری کرسکتی ہے۔ یہاں یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر مجرم فریق عدالت کی عائد کردہ شرائط پوری نہ کرسکے گا تو صلح یا معافی غیر مؤثر ہوجائے گی۔

توہین رسالتؐ قانون میں تبدیلی

حکومت کے مجوزہ ترمیمی بل کی دفعہ ۹ کے تحت ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۶ میں اضافہ کرتے ہوئے ذیلی دفعات ۱۵۶ 'اے' اور ۱۵۶ 'بی' کا اضافہ کرنے کی تجویز بھی دی گئی ہے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۶ کسی وقوعہ کی ابتدائی رپورٹ درج کروانے سے متعلق ہے۔ ترمیمی بل میں جو دو اضافے تجویز کئے گئے ہیں۔ ان کا مفہوم حسب ذیل ہے:

۱۵۶ 'اے': تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ 'سی' کے تحت جرم کی تفتیش:

"سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے سے کم رتبے کا کوئی پولیس افسر تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت درج مقدمے کے ملزم سے تفتیش نہیں کرسکے گا۔"

۱۵۶ 'بی': جرم زنا کی ملزمہ عورت کے خلاف تفتیش:

"جہاں جرمِ زنا (نفاذِ حدود) آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے تحت جرم زنا کی ملزم کسی عورت سے تفتیش مقصود ہو تو ایسی تفتیش سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے کم رتبے کا پولیس آفیسر نہیں کرسکے گا، نہ ہی ملزمہ عورت کو عدالت کی اجازت کے بغیر گرفتار کیا جاسکے گا۔"

مجلس عمل نے بھی حکومتی بل کی بعض شقوں پر اعتراض کرتے ہوئے اسے مسترد کرنے کا اعلان کیا۔ مجلس عمل کا موقف ہے کہ اس بل کے ذریعے شرعی قوانین سے چھیڑ چھاڑ کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس عمل تسلیم کرتی ہے کہ غیرت کے نام پر قتل دراصل قتل عمد ہی ہوتا ہے اور قتل عمد کی واضح سزا ہمارے قانون میں موجود ہے مگر حکومتی بل ۲۰۰۴ء کی بعض دفعات قرآنی احکامات سے متصادم ہیں۔ اس بل کی آڑ میں ولی یا مقتول کے ورثا سے معاف کردینے کا قرآنی حق چھینا جارہا ہے جو کہ پاکستان کے آئین کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مجلس عمل کا کہنا ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۸ واضح طور پر معاف کردینے کا حق دیتی ہے۔ لیکن بل کی دفعات ۳، ۸ اور ۱۰ قرآن کے عطا کردہ 'اس حق' کو سلب کرنے کے مترادف ہیں۔ جبکہ دفعہ نمبر ۳ میں غیرت کے نام پر قتل کی سزا صرف سزاے موت یا عمر قید ہی مقرر کی گئی ہے۔ ولی سے معافی یا صلح

© rasailojaraid.com

نامے کا حق چھینا جا رہا ہے۔

مجلس عمل کا کہنا ہے کہ این جی اوز کی یہ دلیل کہ چونکہ ایسے اکثر مقدمات میں خود باپ اور بھائی قاتل ہوتے ہیں اس لئے ان کی معافی کا کوئی حق کسی کو نہیں دیا جاسکتا حالانکہ شریعت کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ باپ یعنی اصل کو اولاد یعنی فرع کے بدلے میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں سماجی مصلحت یہ ہے کہ اگر ولی کو قتل کردیا گیا تو خاندان کے بچوں سے ان کے سربراہ یا کفیل بھی چھن جائے گا۔ اس طرح خاندانی سسٹم مزید تباہ ہوکر رہ جائے گا۔

❷ پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کا ترمیمی مسودہ

حکومتی بل کے مقابلے میں پاکستان پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کی خاتون ارکانِ قومی اسمبلی کی جانب سے عورتوں کو 'با اختیار' بنانے کے لئے ایوان میں پیش کیا جانے والے مجوزہ قانون کا ابتدائیہ حسبِ ذیل ہے:

> ''آئین پاکستان کی رو سے چونکہ یہ امر ممنوع ہے کہ کسی جنس کو دوسری پر برتر امتیازات حاصل ہوں، اس لئے پاکستانی خواتین کو تحفظ اور اختیار دینا ضروری ہے تاکہ وہ پاکستان کی مساوی شہری ہونے کی حیثیت سے عزت و وقار کے ساتھ زندگی کے حق سے مستفید ہوں جو کہ پوری قوم کی آزادی اور بہبود کے لئے لازمی ہے۔ لہٰذا بذریعہ ہذا حسبِ ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔''

اب پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کی جانب سے پیش کردہ مجوزہ بل کا مسودہ پیش خدمت ہے:

❶ مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ

① یہ ایکٹ 'خواتین کے تحفظ اور اختیار کے ایکٹ ۲۰۰۴ئ' کے نام سے موسوم ہوگا۔

② یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

❷ ہمہ گیر خواندگی

① بذریعہ ہذا قانون وضع کیا جاتا ہے کہ دس سال سے کم عمر تمام بچوں کے لئے پرائمری تعلیم فوری طور پر لازم ہوگی۔

② ہر والد یا سرپرست کا فرض ہوگا کہ وہ ایکٹ ہذا کے نفاذ کے ایک ماہ کے اندر ہر بچے کو

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

داخل کروائے۔

③ ہر ضلعی حکومت ضلع میں رہائش پذیر دس سال عمر کے ہر بچے کو مفت پرائمری تعلیم دینے کی پابند ہوگی۔

④ ہر یونین کونسل اپنی حدود میں رہائش پذیر دس سال سے کم عمر کے بچوں کا رجسٹر رکھے گی۔

⑤ ایکٹ ہذا کے نفاذ سے ایک ماہ کا عرصہ ختم ہونے پر چیئرمین یونین کونسل ضلعی حکومت کے پاس مردم شماری ریکارڈ کے مطابق دس سال سے کم عمر بچوں کے نام و پتے، سکول کا نام جس پر یہ بچے زیر تعلیم ہیں اور دس سال سے کم عمر اُن بچوں کے نام اور پتے جو سکول نہیں جارہے، ان پر مبنی ایک گوشوارہ جمع کروائے گا۔

⑥ ضلعی حکومت گوشوارے کی وصولی کے ایک ہفتے کے اندر والدین یا سرپرست کو نوٹس دے گی کہ وہ بچے کو نوٹس میں صراحت کردہ سکول میں داخل کروائے جو بچے کی رہائش گاہ سے دو میل کے فاصلے سے زیادہ دور نہ ہوگا۔

⑦ کوئی والد یا سرپرست جو دفعہ ہذا کی تصریحات پر عمل کرنے سے قاصر رہے گا وہ امتناعی سزا کا مستوجب ہوگا جب تک وہ بچے کو داخل نہ کروا دے۔

⑧ یونین کونسل کا ناظم جو گوشوارہ جمع کروانے سے قاصر رہے اور ضلعی ناظم جو دفعہ ہذا کی خلاف ورزی کرے وہ بلدیاتی انتخاب میں الیکشن کے لئے نااہل قرار پائیں گے۔

❸ مثبت کارروائی

① وفاقی وصوبائی حکومتیں زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنائیں گی۔

② ریاست اس مقصد کے حصول کی غرض سے تمام انتظامی اور آئینی ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک مثبت منصوبہ متعارف کرائے گی۔

③ فیڈرل پبلک سروس کمیشن اور تمام صوبائی پبلک سروس کمیشن یکم جنوری ۲۰۰۵ء سے کل ملازمتوں کا ایک تہائی خواتین کو تفویض کریں گے۔

❹ مساوی تنخواہ

① جنس کی بنیاد پر تنخواہ میں امتیاز کی ممانعت ہوگی۔

© rasailojaraid.com

② ہر ایک ملازم، چاہے سرکاری یا نجی شعبہ میں ہو؛ 'آئی ایل او کنونشن ۱۰۰' کا پابند ہوگا جس میں مساوی کام کے لئے مساوی تنخواہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

③ کسی نجی ملازم کا چیف ایگزیکٹو یا کسی سرکاری ادارہ یا حکومت کے محکمے کا سربراہ آئی 'ایل او کنونشن ۱۰۰' کی خلاف ورزی کی صورت میں ایک لاکھ روپے جرمانے اور ایک سال قید بامشقت کا مستوجب ہوگا۔

❺ گھریلو تشدد اور عزت کے نام پر قتل کی ممانعت

① گھریلو تشدد بشمول عزت کے نام پر قتل یا جسم کو ضرر پہنچانا ایسے ہی قابل سزا ہوگا جیسے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کے تحت ذاتی زخم لگانا یا لائق تعزیر قتل، قابل سزا ہے۔

② جو کوئی بھی کسی عورت کا شوہر یا شوہر کا رشتہ دار ہوتے ہوئے عورت پر تشدد کرتا ہے یا ظلم کرتا ہے، وہ ذہنی یا جسمانی، سزاے قید کا مستوجب ہوگا۔ قید جو تین سال تک ہوسکتی ہے ایسے ہی ۵ لاکھ روپے جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

③ عدالت عالیہ کا ہر ایک بنچ ایکٹ ہذا کے تحت جرائم پر مقدمہ چلانے کے لئے ایک جج مقرر کرے گا۔

④ اس طرح سے تقرر یافتہ ہائی کورٹ کے واحد جج کو جوڈیشل مجسٹریٹ اور ریا عدالت سیشن کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

❻ احتمال

① چولہا پھٹنے کے تمام کیسوں میں عورت کا شوہر یا اس کی عدم موجودگی میں گھرانے کا مکین بزرگ ترین مرد ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا اور مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ۱۸۶۰ء کے تحت شدید ضرر یا قتل عمد مستلزم سزا کا مستوجب ہوگا۔

② نابالغ کی ماں کو فطری سرپرست فرض کیا جائے گا جب تک کہ نابالغ کی بہبود، سرپرست اور وارڈز کورٹ کی طرف سے قلمبند کردہ وجوہات کی بنا پر کسی دوسری صورت کی متقاضی نہ ہو۔

❼ انتخاب میں آزادی

① ہر عورت کو اپنی ذاتی پسند کے فرد سے شادی کرنے کا حق ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

② نکاح خواں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ دلہن اور وکیل کو نکاح نامہ کی دفعات کی وضاحت کرے اور دلہن کو طلاق کا حق اور مہر کی رقم جو خاوند کی دولت کے مطابق ہو، کے ضمن میں بھی وضاحت کرے۔

③ کسی عورت کی شادی میں ناجائز دباؤ، سختی یا جبر کا استعمال ایسا جرم ہوگا جس کے لئے ایک سال کی سزائے قید اور جرمانہ کی سزا ہوگی۔

⑧ جیلوں میں حلقہ خواتین

① ۲۰۰۴ء کے اختتام تک ہر ایک جیل میں ویمن پولیس کے زیر انتظام ایک علیحدہ اور خود مختار احاطہ قائم کیا جائے گا۔

② ہر ایک جیل ویمن وارڈ کے لئے ایک اضافی انسپکٹر جنرل کا تقرر کرے گا جس کے انسپکٹر جنرل برائے جیل خانہ جات ایسے اختیارات اور فرائض ہوں گے۔

③ جملہ خواتین قیدیوں کے نابالغ بچوں کی رہائش و تعلیم کیلئے انتظامات کئے جائیں گے۔

⑨ خواتین کی شرکت

① اسلامی نظریاتی کونسل، منصوبہ بندی کمیشن، پی آئی اے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور خود مختار اداروں اور اعلیٰ تعلیم کمیشن میں کم از کم ایک تہائی نشستیں خواتین کیلئے مخصوص ہوں گی۔

⑩ حقوقِ جائیداد اور وراثت

① بیوگان اور یتیموں کی وراثت کے معاملات کا چھ ماہ کے اندر اندر فیصلہ کیا جائے گا۔

② کسی خاتون کی جانب سے کی جانیوالی جائیداد کی منتقلی کو جائز خیال نہیں کیا جائے گا تاوقتیکہ اندراج ایکٹ یا مجموعہ مالیہ اراضی کے تحت منتقل کنندہ حاکم مجاز کے سامنے خود پیش نہ ہو۔

③ کسی خاتون کو منتقل کی جانے والی جملہ جائیداد کا اس کے نام اندراج کیا جائے گا اور اس کو اُصولِ بیع نامی سے مشروط نہیں کیا جائے گا۔

⑪ حدود آرڈیننس کی منسوخی

لہٰذا بذریعہ ہذا حدود آرڈیننس کو منسوخ کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

بیان اغراض و وجوہ

① بانی پاکستان محمد علی جناح کی طرف سے خواتین کو دیے گئے حقوق پر عمل درآمد کو یقینی بنانا۔

② پاکستان کی خواتین کو تحفظ اور اختیار دینا کہ وہ پاکستان کے مساوی شہری ہونے کی حیثیت سے عزت و وقار کے ساتھ زندگی کے حق سے مستفید ہوں۔

③ پاکستان میں خواتین کی آزادی اور ان کے مقام و مرتبے کو بلند کرنے کا اہتمام کرنا۔

بل ہذا کا مقصد انہی مذکورہ بالا مقاصد کا حصول ہے۔

دستخط بیگم شیری رحمن، بیگم رضیہ خانم سومرو، ڈاکٹر عذرا افضل پیچوہو،
بیگم ناہید خان، بیگم نفیسہ منور راجہ، ڈاکٹر فہمیدہ مرزا، بیگم شمشاد ستار بچانی،
محترمہ رخسانہ بنگش، محترمہ فوزیہ حبیب (اراکین قومی اسمبلی)

③ اسلامی حلقوں کی مجوزہ ترمیم

ایک طرف تو پاکستان پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کا 'مختاریٔ خواتین' سے متعلق بل ہے اور دوسری طرف حکومت کا اپنا تجویز کردہ بل بھی ارکانِ اسمبلی کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلامی حلقوں کی جانب سے بھی نفاذِ اسلام سے متعلق ضوابط کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے ماہرین کی ایک جماعت نے ایک بل کا مسودہ تیار کیا ہے۔ اس بل کی تیاری بعض اسلامی دانشوروں کی تحریک پر ہوئی ہے۔

بل کا مسودہ تیار کرنے والی ٹیم نے پاکستان کے معروف قانون دان محمد اسمٰعیل قریشی کی قیادت میں آئین میں ترمیمات کے لئے ایک مسودہ تیار کیا ہے۔ یہاں اس مسودے کا بھی ایک جائزہ بے جا نہ ہوگا۔ اس بل کے ابتدائیہ میں واضح کیا گیا ہے کہ آئین کے تحت اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیا گیا ہے اور شہریوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو قرآن وسنت میں بیان کردہ شعائر کے مطابق ڈھالیں۔ اس لئے مذکورہ بالا مقاصد کو سرعت کے ساتھ حاصل کرنے کے آئین پاکستان میں مزید تبدیلی ضروری ہوگئی ہے۔

اس بل کا عنوان 'آئین (ترمیم) ایکٹ ۲۰۰۴ئ' تجویز کیا گیا ہے اور اس کے فوری طور پر پورے پاکستان میں نافذ العمل ہونے کی سفارش کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

☜ اسلامی حلقوں کے تیار کردہ اس بل میں آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲ 'اے' کے بعد ایک نئے آرٹیکل ۲ 'بی' کے اضافے کی تجویز دی گئی ہے جس کے متن کا مفہوم حسبِ ذیل ہے:

''آرٹیکل ۲ بی: تمام رائج الوقت قوانین کو قرآن اور سنت کے لوازم کے مطابق بنایا جائے گا اور کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جائے گا جو قرآن وسنت کی روح کے منافی ہو۔

① آئین کا کوئی آرٹیکل غیر مسلموں کے شخصی قوانین، مذہبی آزادی اور رسوم ورواج پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

② اس آرٹیکل کے مندرجات مؤثر اور زیر عمل رہیں گے اور از خود کارروائی کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں گے۔''

☜ زیر مطالعہ بل کی دفعہ ۵ میں کہا گیا ہے کہ آئین پاکستان کا آرٹیکل ۲۲۷ معہ اپنی وضاحت اور کلاز ۲ و ۳ حذف قرار دیا جائے گا۔ یہاں قارئین کے سہولت کے لئے آرٹیکل ۲۲۷ کا متن بھی تحریر کیا جارہا ہے:

آرٹیکل ۲۲۷ آئین کے دسویں باب کا پہلا آرٹیکل ہے، یہ باب اسلامی ضوابط سے متعلق ہے۔

۲۲۷۔قرآن اور سنت سے متعلق ضوابط:

① تمام رائج الوقت قوانین کو قرآن وسنت کے تقاضوں کے مطابق بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو قرآن وسنت سے متصادم ہو۔

وضاحت: مختلف مکاتبِ فکر کے شخصی قوانین کی روشنی میں 'قرآن وسنت کے تقاضوں کے مطابق' الفاظ سے وہی تشریح مراد لی جائے گی جسے متعلقہ مکتبِ فکر درست سمجھتا ہے۔

② ذیلی آرٹیکل ا پر عمل درآمد صرف اسی طریقے سے ہوگا جو اس باب (باب نمبر ۱۰) میں بیان کیا گیا ہے۔

③ آئین کے اس حصے (یعنی اسلامی ضوابط سے متعلقہ حصے) کا کوئی قانونی اثر غیر مسلم شہریوں کے شخصی قوانین پر نہیں ہوگا۔

آرٹیکل ۲۲۷ کو حذف کرنے کی یہ تجویز شاید اس لئے پیش کی گئی ہے کہ اس سے قبل اسی بل میں آرٹیکل ۲ (اے) کے بعد ایک نیا آرٹیکل ۲ (بی) اضافہ کرنے کی سفارش شامل ہے۔ آرٹیکل ۲۲۷ کے ضابطہ (اے) کی عبارت تقریباً وہی ہے جو مجوزہ نئے آرٹیکل ۲ (بی) میں وضع کی گئی ہے؛ ماسوائے ہر طبقہ فکر کے شخصی قوانین کے احترام والی وضاحت کے۔ اسی

© rasailojaraid.com

طرح غیر مسلم پاکستانیوں کے شخصی قوانین کے احترام اور ان کی مذہبی آزادی کی جو ضمانت آرٹیکل ۲۲۷ میں بیان کی گئی تھی اسے قدرے وسعت کے ساتھ نئی مجوزہ ترمیم میں برقرار رکھا گیا ہے۔

☜ اس مجوزہ بل میں آئین کے آرٹیکل ۲۰۳ (بی) کی ذیلی کلاز (سی) میں بھی ایک ترمیم تجویز کی گئی ہے۔ آئین کا آرٹیکل ۲۰۳ (بی) وفاقی شرعی عدالت کی تشکیل اور طریقہ کار سے متعلق ہے۔ کلاز (سی) کا مفہوم حسبِ ذیل ہے:

> (سی) 'قانون' سے مراد وہ رسوم اور طریقے ہیں جنہیں قانونی طاقت حاصل ہے۔ لیکن مسلمانوں کا شخصی قانون، کسی عدالت یا ٹربیونل کا طریقہ کار اور اس باب کے نفاذ سے آئندہ دس سال تک کوئی مالی قانون، ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کے قانون یا بنکنگ انشورنس پریکٹس اور طریقہ ہائے اس میں شامل متصور نہیں ہوں گے۔''

مجوزہ بل میں تجویز کی گئی ترمیم کے مطابق مطالبہ کیا گیا ہے کہ ذیلی آرٹیکل 'سی' میں سے عبارت کا وہ حصہ جو مندرجہ ذیل الفاظ و مفہوم کا حامل ہے، حذف کر دیا جائے:

> ''اور اس باب کے نفاذ سے آئندہ دس سال تک کوئی مالی قانون، ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کے قانون یا بنکنگ انشورنس پریکٹس اور طریقہ ہائے شامل متصور نہیں ہوں گے۔''

اس عبارت کو حذف کرنے کا جواز شاید یہ ہے کہ سود پر مبنی مالی قوانین اور بنک ضوابط کو شروع میں چار سال کے لئے تحفظ دیا گیا تھا۔ بعد ازاں ۱۹۸۳ء میں صدارتی حکم نمبر ۷ کے ذریعے یہ مدت کم کر کے تین سال کر دی گئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں صدارتی حکم نمبر ۲ کے تحت تین سال کے الفاظ کو 'پانچ سال' سے بدل دیا گیا۔ لیکن پھر ۱۹۸۵ء میں صدارتی حکم نمبر ۱۴ کے تحت یہ مدت پانچ سال سے بڑھا کر دس سال کر دی گئی اور اب یہ دس سال گزرے ہوئے چودہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ یعنی آئین کی حد تک حکومت اس امر کی پابند ہو چکی ہے کہ تمام مالی قوانین، بنک کاری سے متعلق ضوابط اور طریقہ کار کے علاوہ ٹیکسوں کے نفاذ اور وصولی کے طریقوں کو بھی قرآن اور سنت کے مطابق بنائے۔

☜ اسلامی حلقوں کی جانب سے پیش کردہ آئین کے ترمیمی مجوزہ بل میں وفاقی شرعی عدالت کی حیثیت اور ججوں کے مرتبے کو مزید مستحکم کرنے کے لئے اقدامات بھی تجویز کئے گئے ہیں اور آئین کے آرٹیکل ۲۰۳ (سی سی) کی ذیلی کلاز (۲) میں الفاظ کی ترتیب میں حسبِ ذیل ترمیم کی سفارش کی گئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

② وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے جج کو وہی تنخواہ، الاؤنس اور پنشن دی جائے گی جس کا حقدار ہائی کورٹ کے ایک مستقل جج کو گردانا جاتا ہے۔

اسی طرح آئین کے آرٹیکل ۲۰۳ (ایف) کی کلاز (۳) کی ذیلی کلاز (بی) میں بھی حسب ذیل ترمیم تجویز کی گئی ہے جسے مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

''صدرِ پاکستان دو علما کو سپریم کورٹ کا مستقل جج مقرر کریں گے۔ان کا انتخاب وفاقی شرعی عدالت کے حاضر ججوں میں سے کیا جائے گا یا پھر علما کے ایک پینل میں سے انتخاب کیا جائے گا جو کہ صدرِ پاکستان چیف جسٹس آف پاکستان کے مشورے سے تشکیل دیں گے۔ ان علما ججوں کو وہی تنخواہ اور مراعات حاصل ہوں گی جو سپریم کورٹ کے ایک جج کو حاصل ہوتی ہیں۔''

وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی ملازمت کو تحفظ دینے اور بغیر دباؤ کے فیصلے کرنے کا ماحول پیدا کرنے کے لئے مجوزہ بل میں تجویز کیا گیا ہے کہ آئین کے آرٹیکل ۲۰۳ (ایف) کی ذیلی دفعہ ۴ کو دستور سے حذف کردیا جائے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ ذیلی دفعہ ۴ میں کہا گیا ہے کہ شرعی عدالت کے یہ جج اس مدت تک کام کرسکیں گے جس کا تعین صدر پاکستان اپنی صوابدید کے مطابق کرے گا۔

تجزیہ وتبصرہ

اس مرحلے پر حکومت، پیپلز پارٹی پیٹریاٹس اور اسلامی حلقوں کی جانب سے تجویز کردہ مذکورہ بالا تینوں ترمیمی بلوں کا ایک مختصر تجزیاتی جائزہ بے جا نہ ہوگا۔ حکومت کی جانب سے ترتیب پانے والے بل میں حدود قوانین اور قانونِ توہین رسالت کو برقرار رکھنے کا عزم موجود ہے اور انہیں یکسر ختم کرنے کی کوئی بات نہیں کی گئی بلکہ رائج الوقت قوانین میں ایسی تبدیلیاں اور ترمیمات تجویز کی گئی ہیں جن کے نافذ العمل ہونے کے بعد ملک میں غلط طور پر رائج کاروکاری، سیاہ کاری جیسی رسوم کی حوصلہ شکنی ہوسکے اور غیرت کے نام پر قتل اور دیگر جرائم کا ارتکاب کرنے والے عناصر کے ساتھ سختی سے نمٹا جاسکے۔

اس مقصد کے لئے اس بل میں غیرت سے متعلقہ جرائم کی انتہائی سزا کو واضح طور پر قتل عمد کے زمرے میں شامل کردیا گیا ہے اور دیگر متعلقہ جرائم پر یا تو تعزیری سزاؤں میں اضافہ کردیا گیا ہے یا پھر سزاؤں کی کم سے کم حد مقرر کردی گئی ہے۔ تاکہ عدالت اگر چاہے بھی تو ایک خاص حد سے کم سزا نہ سنا سکے۔

© rasailojaraid.com

یہاں یہ سوال قابل توجہ ہے کہ خاندانی عزت و وقار کی بحالی اور غیرت کے نام پر قتل اور دیگر پُرتشدد اقدامات پر اسلامی فقہ کا نقطہ نظر کیا ہے۔ یا پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلے پر کیا رہنمائی سامنے آتی ہے اور کیا حکومت کی تجویز کردہ ترمیمات قرآن و سنت کے ثابت شدہ اُصولوں (یا رعایتوں، اگر کوئی ہیں) سے متصادم تو نہیں ہیں۔

دیت وقصاص پر قرآن سے متصادم قانون سازی

اس سلسلے میں دفعہ ۳۳۸ کی ذیلی دفعہ ایف کا معاملہ بہت حساس نوعیت کا ہے۔ اس دفعہ میں ترمیم اور تبدیلی کے ذریعے عدالتوں سے راضی نامے کی منظوری اور مدعی فریق سے صلح کا حق چھین لیا گیا ہے جو کہ قرآنی نصوص سے سراسر متصادم ہے۔ قرآن فریقین میں صلح اور راضی نامے کی صورت میں قصاص کو ترک کرکے دیت وصول کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسی طرح اگر قاتل والد یا ولی ہو تو اسلامی قانون کی روشنی میں اس پر بھی قصاص لاگو نہیں ہوتا۔ خود پاکستان کی سپریم کورٹ ۱۹۹۹ء میں خلیل الزمان کیس میں حتمی طور پر یہ قرار دے چکی ہے کہ اگر والد، اپنے بیٹے، بیٹی، پوتے یا پوتی کا قتل کردے تو وہ قصاص کی سزا سے مستثنیٰ ہوگا۔ (البتہ اسے اس جرم پر تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا دی جاسکتی ہے) اس امر پر کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی کہ قصاص و دیت سے متعلق دفعات ۳۰۶ تا ۳۱۱ میں ترامیم کے ذریعے قرآنی احکامات سے صرفِ نظر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۸ واضح طور پر جہاں قتل عمد پر بطور قصاص سزائے موت کا حکم دیا گیا ہے وہیں اس جرم پر راضی نامے اور سزا میں معافی کی نہ صرف رعایت دی گئی ہے بلکہ اسے باعثِ رحمت بھی قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کے علاوہ مذکورہ بالا ترامیم خود پاکستان کے آئین سے بھی متصادم ہیں۔ آئین کی دفعہ ۲۲۷ میں واضح طور پر حکومت کو پابند کردیا گیا ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف کسی طرح قانون سازی نہ کرے۔ اسی طرح آئین کے آرٹیکل ۲'اے' میں حکومت کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالے۔

دوسرے دو مسوداتِ قانون کی طرح حکومت کے پیش کردہ بل کا بھی روشن پہلو یہ ہے کہ اس بل پر ابھی قومی اسمبلی اور سینٹ میں بحث ہونا باقی ہے۔ معتبر ذرائع سے حاصل ہونے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

والی اطلاعات سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حکومتی ارکان اسمبلی کا ایک مضبوط گروپ قتل غیرت کے مسئلے پر سرکاری بل کے حوالے سے تحفظات رکھتا ہے۔ اگرچہ حکومتی پارٹی مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین اس بل کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ لیکن وفاقی وزیر قانون چوہدری وصی ظفر، وزیر پارلیمانی امور ڈاکٹر شیر افگن، پارلیمانی کمیٹی کے چیئرمین رائے منصب علی، ملک اللہ یار ایم این اے، سردار طفیل ایم این اے اور ثناء اللہ مستی خیل ایم این اے کا کہنا ہے کہ یہ بل پاکستانی معاشرت کے اُصولوں سے متصادم ہے۔ اس کے نفاذ سے صلح کا دروازہ بند ہوجائے گا جبکہ بدکاری کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

اسلامی فکر کے حامل دانشوروں اور علماے کرام پر یہ دینی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس مہلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لفظ غیرت کی اسلامی تعریف متعین کریں۔ اصل اور رسمی غیرت میں فرق قائم کریں اور ارکانِ اسمبلی کو واضح دلائل کے ساتھ مواد فراہم کریں۔ تاکہ جب یہ بل ایوان میں زیر بحث آئے تو ارکانِ اسمبلی اس ضمن میں دینی نقطہ نظر سے کما حقہ طور پر آگاہ ہوں اور ہر ہر شق کے متن اور مقاصد پر تفصیلی بحث کے بعد غیرت کے حوالے سے کی جانے والی مجوزہ ترامیم کو اسلامی ضوابط کے دائرے میں رکھنے کی ٹھوس کوشش کرسکیں۔ اسی خلا کو پورا کرنے کے لئے محدث کے اسی شمارے میں قتل غیرت کی سزا پر بالتفصیل شرعی نکتہ نظر سے بحث کی گئی ہے، جس میں مذکورہ بالا سوالات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ شائقین کے لئے اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہ ہوگا۔ ایسے مرحلہ پر جب حکومت اور قانونی حلقوں کو یہ مسئلہ درپیش ہے، اس بحث سے بطورِ خاص استفادہ کیا جانا چاہئے۔

توہین رسالت ؐقانون کو بے اثر بنانے کی کوشش

ترمیمی بل کی دفعہ ۹ میں بظاہر تو ایف آئی آر کی تفتیش کے طریقۂ کار میں تبدیلی تجویز کی گئی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تبدیلی دیت وقصاص کے علاوہ قانون توہین رسالت کے تحت درج مقدمات میں بھی پیش رفت کو سست بلکہ بے اثر بنانے کے مترادف ہے۔

فوجداری قانون کا یہ ایک مسلمہ اُصول ہے کہ جب بھی کسی تھانہ کے انچارج پولیس آفیسر کو کسی قابل دست اندازی پولیس جرم کی اطلاع موصول ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس اطلاع کی بنیاد پر ایف آئی آر درج کرے اور اس کے بعد اپنی تفتیش کا آغاز کرے۔ تفتیش کے بعد

© rasailojaraid.com

اگر وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ اطلاع غلط یا بے بنیاد تھی تو وہ دیگر اختیارات کے علاوہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۷ کے تحت متعلقہ مجسٹریٹ کو تحریری رپورٹ بھیجوا کر مزید تفتیش کو روک سکتا ہے اور حتمی رائے قائم کرنے کے بعد دفعہ ۱۸۲ کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کروانے پر، اطلاع دہندہ کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے اسے عدالت سے باقاعدہ سزا بھی دلوا سکتا ہے۔

اس طے شدہ قانونی طریقے سے انحراف کرکے توہین رسالت کے معاملے میں تفتیش کو ایس ایچ او کے بجائے ایس پی کے حوالے کرنا ایک تو رائج الوقت عام تقاضوں سے ہٹ کر ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان کا ہر شخص جانتا ہے کہ ایک وسیع و عریض سرکل میں صرف ایک ایس پی تعینات ہوتا ہے۔ بے شمار دیگر انتظامی اُمور اس کے ذمہ ہوتے ہیں۔ عام آدمی کا اپنے علاقے کے تھانہ تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔ دوسرے قصبات اور علاقوں سے سفر کرکے ایس پی صاحب کے دفتر میں حاضر ہونا اور پھر مسلسل شامل تفتیش ہونے کے مراحل سے گزرنا عملی طور پر ممکن دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس جرم کے ارتکاب کی اطلاعات کا اندراج درپیش مشکلات کی وجہ سے ازخود کم ہوجائے گا اور جو افراد ایس پی تک رسائی کرکے اطلاع فراہم بھی کردیں گے۔ اُنہیں ایک مجرم کی طرح تفتیش کے مراحل سے گزرنا پڑے گا اور گواہوں کے سفر وحضر کے اخراجات برداشت کرنا ہوں گے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر یقین ہونے لگتا ہے کہ توہین رسالت کے متعلق مقدمات کے اندراج اور مقدمات پر کارروائی کو عملی طور پر ناممکن بنایا جارہا ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قانون توہین رسالت کی مخالفت کرنے والی این جی اوز دیگر خود ساختہ وجوہات کے علاوہ یہ اعتراض بھی بہت شدومد سے کرتی ہیں کہ قانون توہین رسالت ایک امتیازی قانون ہے۔ ترمیمی قانون کے ذریعے اس کا طریقہ تفتیش ضابطہ فوجداری میں بیان کردہ عام طریقے سے الگ کرنا بجائے خود ایک امتیازی اقدام ہے۔ جس کے نتیجے میں لازمی طور پر فریقین کو مشکلات کا سامنا کرنے پڑے گا۔ لہٰذا جدید این جی اوز کے اپنے نکتہ نظر کی روشنی میں بھی امتیازی خصوصیت کے باوصف یہ ترمیم قابل استرداد ہے۔ قانونی ماہرین اور اسلامی مفکرین کا فرض ہے کہ وہ اس سلسلے میں عوام الناس میں آگہی کی ایک تحریک چلائیں اور معزز ارکانِ اسمبلی کو درست سمت میں رہنمائی مہیا کرکے انہیں اس تبدیلی کے

© rasailojaraid.com

خلاف متحرک کریں۔

پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کے پیش کردہ مسودہ قانون کی مجوزہ دفعہ ۱۱ میں حدود آرڈیننس کو منسوخ کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ راقم الحروف کے علم کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل جو قوانین کی جانچ پرکھ کا ایک آئینی ادارہ ہے، حدود قوانین کی ایک سے زیادہ مرتبہ جانچ کر چکا ہے اور اپنی رپورٹوں میں لکھ چکا ہے کہ یہ قانون بنیادی طور پر قرآن وسنت سے متصادم نہیں ہے اور چند معمولی ترامیم اسے مزید بہتر اور مؤثر بنا سکتی ہیں۔ ایک قومی اور آئینی ادارے کی اس سوچی سمجھی رائے کی موجودگی میں محض حلقوں کا یہ کہنا کہ یہ قوانین مکمل طور پر قرآن وسنت سے متصادم ہیں، بادیٔ النظر میں بلا جواز دکھائی دیتا ہے۔ پھر بھی ہماری تجویز ہے کہ اتمامِ حجت کے لئے معترض حلقوں کے اعتراضات کو نکتہ وار ترتیب دے کر انہیں ایک مرتبہ پھر اسلامی نظریاتی کونسل کے سامنے رکھا جائے اور علماے کرام کے ساتھ ساتھ جدید اسلامی مفکرین کو بھی ان اعتراضات پر اپنی رائے دینے کی دعوت دی جائے اور پھر ان اعتراضات پر ایک اعلیٰ سطحی قومی مباحثہ کے ذریعے تمام امکانات کا تجزیہ کرنے کے بعد تمام مواد معزز ارکانِ اسمبلی کے سامنے رکھا جائے تاکہ پیپلز پارٹی کے مجوزہ مسودے پر بحث کے دوران ہر زاویے سے بات ہو سکے۔

اس مسودے کی شق نمبر ۳ میں کہا گیا ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں تمام شعبوں میں عورتوں کی مساوی شرکت کو یقینی بنائیں گی۔ اس مسودے میں خواتین کی مساوی شرکت کے حوالے سے تضاد پایا جاتا ہے۔ شق نمبر ۳ کے برعکس شق نمبر ۹ میں تجویز کیا گیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل، منصوبہ بندی کمیشن، پی آئی اے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز، خودمختار اداروں اور اعلیٰ تعلیم کمیشن میں ایک تہائی نشستیں خواتین کے لئے مختص کی جائیں۔ اسی طرح شق نمبر ۳ کی ذیلی دفعہ '۳' میں تجویز کیا گیا ہے کہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن اور تمام صوبائی پبلک سروس کمیشن یکم جنوری ۲۰۰۵ء سے کل ملازمتوں کا ایک تہائی خواتین کو تفویض کریں۔

زیر بحث مسودے کی شق نمبر ۵ گھریلو تشدد اور عزت کے نام پر قتل سے متعلق ہے۔ اس میں بیان کردہ تمام تفصیلات یہ بیان کرتی ہیں کہ خواتین خاص کر بیوی پر شوہر اور اس کے رشتہ داروں کی طرف سے تشدد کو قابل تعزیر قرار دیا جائے جو کہ تین سال قید اور پانچ لاکھ روپے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جرمانہ تک ہو۔لیکن اس شق میں ان شوہروں کے تحفظ کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے جو اپنی بیویوں یا سسرالی رشتہ داروں کی طرف سے ذہنی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بن سکتے ہوں۔ گھریلو تشدد کو یکطرفہ اور غیر مشروط طور پر قابل تعزیر ٹھہرانا بھی بحث کے بہت سے دروازے کھولتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھی اس مسئلے اور صورتِ حال کا تجزیہ ضروری ہے۔ مسودۂ قانون میں گھریلو تشدد کے الفاظ کو اگر 'بلا جواز گھریلو تشدد' کے الفاظ سے بدل دیا جائے تو اس قانون کو عوامی سطح پر زیادہ قابل قبول بنایا جاسکتا ہے۔

ایسے ہی شق نمبر ۵ میں یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ گھریلو تشدد اور قتل غیرت جیسے جرائم کی سماعت دوسرے مماثل جرائم کی طرح ماتحت عدالت نہ کرے بلکہ ان مقدمات کی سماعت ہائیکورٹ کا جج کرے۔ اگر اس تجویز کو قانونی درجہ حاصل ہوگیا تو صوبے بھر کی خواتین کو دادرسی کے لئے دور دراز کا سفر کرکے ہائی کورٹ کے دروازے پر دستک کے لئے آنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر صوبہ پنجاب میں ایسے تمام مقدمات صرف راولپنڈی، لاہور، ملتان اور بہاولپور میں سنے جاسکیں گے۔ مزید یہ کہ عورتوں کے مقدمات کو ہائی کورٹ کے لئے مخصوص کرنا اور اسی نوعیت کے اس مقدمات جن میں مرد مدعی ہوں کو ماتحت عدالتوں تک محدود رکھنا، بجائے خود وطن عزیز کی آدھی آبادی سے غیر مساوی سلوک کے مترادف ہوگا۔

پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کی جانب سے پیش کردہ بل کی شق نمبر ۶ بھی بحث طلب ہے۔ کسی بھی خانہ دار خاتون کو آگ لگا کر ہلاک کرنا کسی طرح سے بھی قابل معافی جرم نہیں ہے۔ عام قتل عمد سے بڑھ کر اس عمل میں ایک وحشیانہ اور سنگدلانہ تشدد بھی شامل ہوتا ہے۔ اس لئے اس جرم کی جتنی بھی مذمت کی جائے، وہ کم ہے اور جتنی بھی زیادہ سے زیادہ سزا دی جائے وہ مناسب ہے۔ جبکہ زیر بحث بل کی شق نمبر ۶ میں کہا گیا ہے کہ چولہا پھٹنے کے تمام کیسوں میں عورت کا شوہر یا اس کی موجودگی میں واردات والے گھر کے مکینوں میں سے بزرگ ترین مرد کو قتل وغیرہ کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ ترمیم کی اس تجویز سے کوئی بھی ذی ہوش اتفاق نہیں کرسکتا۔

اس ترمیم کو قانون کا درجہ دینے سے بہت سے بے گناہ معمر مرد شہریوں کو ناقابل بیان مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے اور یہ بات بھی کوئی راز نہیں ہے کہ جو خانہ دار خواتین چولہے پھٹنے سے زخمی یا ہلاک ہوتی ہیں یا گھر میں کپڑوں کو آگ لگ جانے کے سبب جان بحق ہوتی ہیں،

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اگر یہ حادثہ اتفاقیہ نہ ہوتو عام طور پر اس حادثے کی بنیادی وجہ مرد نہیں بلکہ اس گھر کی سسرالی خواتین ہی ہوتی ہیں۔ مزید برآں چولہا بنانے والی بہت سی کمپنیاں بھی غیر معیاری چولہے تیار کررہی ہیں جو کم قیمت ہونے کی وجہ سے بھاری تعداد میں ہر سال فروخت ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں چولہا پھٹنے کے واقعات میں چولہا بنانے والی کمپنیوں کو بھی یکسر بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان معروضات کی روشنی میں شق نمبر ٦ پر مزید غور وخوض کرنے اور اسے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ پیپلز پارٹی کے پیش کردہ مسودہ میں ہمہ گیر خواندگی کے زیر عنوان بہت اچھی تجاویز دی گئی ہیں۔ البتہ اس میں دینی تعلیم کی اہمیت کو یکسر نظر انداز کردیا گیا ہے جو دراصل انسان کو انسانیت اور دنیا میں آنے کا مقصد سکھاتی ہے۔ ایک اسلامی ملک ہونے کے ناطے قوم کے نونہالوں کی جہاں دیگر تعلیمی ضروریات کی کفالت حکومت کا فرض ہے وہاں اسے ان کی دینی تعلیم وتربیت کا بھی فکر اور احساس ہونا چاہئے اور اس تمامتر ذمہ داری کو خالصتاً نجی مدارس کے ذمہ کرنا بھی اپنے فرائض سے غفلت کے مترادف ہے بالخصوص سکولوں میں اسلامی تعلیم میں بھی معیار بہتر ہونے کی بہت ضرورت ہے اور موجودہ اسلامیات کا نصاب اس نوعیت کے قومی تقاضے پورا نہیں کررہا۔ حکومت کو اس بارے میں بھی قانون سازی کرنا چاہئے۔

پیپلز پارٹی پیٹریاٹس کے پیش کردہ بل کی دفعہ (٧) ذیلی دفعہ (٢) میں کہا گیا ہے کہ

''نکاح خواں کا فرض ہوگا وہ دلہن کو طلاق کا حق اور مہر کی رقم جو خاوند کی دولت کے مطابق ہو، کے ضمن میں بھی وضاحت کرے۔''

☜ ان دونوں مسودات کے مقابلے میں اسلامی حلقوں کی جانب سے پیش کیا جانے والا مسودۂ قانون اپنے مزاج کے اعتبار سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس مسودے میں حدود قوانین کو ختم کرنے کے بجائے تمام رائج الوقت قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی بات کی گئی ہے اور آئین کے آرٹیکل ٢ /اے کو دستور کے دیگر آرٹیکلز سے ممتاز اور ممیز کرنے کے لئے آئینی ترامیم تجویز کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کو حکومت کے دباؤ سے نکالنے کے اقدامات بھی تجویز کئے گئے ہیں۔

اس مسودہ میں آئین کے آرٹیکل ٢٢٧ کو حذف کرنے کی بھی سفارش کی گئی ہے اور زیر بحث مسودے میں آرٹیکل ٢٢٧ کے زیادہ تر حصے کو ایک نئے آرٹیکل ٢ (بی) کی صورت میں برقرار رکھا

© rasailojaraid.com

گیا ہے لیکن ایک وضاحت کو حذف کرنے کی سفارش کی گئی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ

''قرآن وسنت کی تعلیمات سے مراد وہ تشریح ہوگی جو کوئی خاص مکتبِ فکر اپنے شخصی قانون کی حد تک درست سمجھتا ہے۔''

بظاہر اس شق کے ذریعے مختلف مکاتبِ فکر کی فقہی آرا کو قانونی تحفظ عطا کیا گیا ہے۔ اس شق کو ختم کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ کثیر تعداد والے عوام کی فقہی آرا دوسرے مسلمانوں پر قانون کی قوت سے نافذ کردی جائیں کیونکہ مسلمان صرف کتاب وسنت کے ہی پابند ہیں اور وہی تاقیامت دائمی شریعت ہیں اور مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کا صرف کتاب وسنت پر ہی اتفاق ہوسکتا ہے، البتہ کتاب وسنت کی تشریحات کے سلسلے میں علما وفقہا کی آرا کو نظر انداز کرکے چلنا اس مرعوبیت کے دور میں الحاد کا موجب ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف مکاتبِ فکر کو اپنی آرا کے دائرے میں بند رکھنا بھی گروہ بندی کی راہ ہموار کرے گا۔

اگر اسلامی شریعت کی تشریح میں حکومت ایسے علما سے مدد لے سکے جو دینی علم میں رسوخ رکھتے ہوں تو اس سے مسلمانانِ پاکستان کتاب وسنت کی وسعتوں سے زیادہ بہتر طور پر متمتع ہوسکتے ہیں۔ ماہر علما کی مدد سے ادارۂ اجتہاد کا احیا اور کتاب وسنت کی اِنہی وسعتوں سے فائدہ اُٹھانا دورِحاضر کے مسائل کا حل اور اسلامی شریعت کا حسن وامتیاز ہے۔

پس تحریر: محدث کا زیرِ نظر شمارہ پریس میں جارہا کہ ۲۷/ اکتوبر کے اخبارات نے خبر دی کہ ۲۶/ اکتوبر کو قومی اسمبلی نے حکومتی بل کو کسی ترمیم کے بغیر منظور کرلیا ہے۔ اس بل کے باقاعدہ قانونی شکل اختیار کرنے میں ابھی دو مراحل باقی ہیں۔ یعنی سینٹ اور پھر صدرِ پاکستان کی منظوری۔ اُمید ہے کہ سینٹ اس انتہائی اہم مسودہ کو منظور کرنے سے قبل اس پر تفصیلی بحث کے مواقع فراہم کرے گی اور اس کے بعد صدرِ پاکستان بھی اسلامی نظریاتی کونسل سے مشورہ کے بعد ہی اس کی نامنظوری یا پارلیمنٹ کو نظرثانی کے لئے واپس بھجوانے کا فیصلہ کریں گے۔

مذکورہ فوجداری (ترمیمی) ایکٹ ۲۰۰۴ء پر عوامی تحفظات کا ایک اجمالی تذکرہ روزنامہ نوائے وقت، مؤرخہ ۲۸/ اکتوبر کے ادارتی نوٹ میں بھی ملتا ہے۔ صدر پاکستان، ارکانِ سینٹ اور قارئین کی دلچسپی کے لئے اس کے متن کو بھی ذیل میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے:

''قومی اسمبلی نے کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل کے خلاف ترمیمی بل منگل کے روز

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

منظور کرلیا ہے۔ یہ ایک زمینی حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں لگ بھگ پورے ملک میں ایسی رسوم اور غلط روایات موجود ہیں جن کی تکمیل کی خاطر ہمیشہ سے خواتین کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان کی بڑے پیمانے پر حق تلفی کی جاتی ہے۔ کاروکاری، قرآن سے شادی مذہب کی آڑ میں عورت کو کنواری رکھنا اور ونی وغیرہ۔ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی جمہوری مملکت ہے جب کہ اسلام کسی طرح بھی عورت اور مرد کے بنیادی حقوق میں کوئی فرق یا امتیاز روا نہیں رکھتا۔ قومی اسمبلی میں کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل کے خلاف ترمیمی بل کی منظوری کے ساتھ ہی یہ ہرگز نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے کہ بل کی منظوری سے غیرت کا بھی صفایا نہ ہو جائے اور جس طرح غیرت کے نام پر عورت کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح یہ نہ ہو کہ اس بل کے نام پر زنا کاری کا بازار گرم ہو جائے یا اسے یک گونہ چھوٹ مل جائے۔ ہم اسلامی معاشرت میں رہتے ہیں اور کوئی بھی شخص ایسا نہیں کرسکتا کہ اپنی بہن یا بیوی کو کسی کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر خود پر قابو پا سکے یا اس منظر سے صرفِ نظر کر سکے۔ ہمارے تمدن اور رہن سہن کی اپنی اقدار اور ہمارے اپنا ایک اسلامی اخلاقیات وتعلیمات پر مبنی معاشرہ ہے جس میں آزادی مرد کی ہو یا عورت کی، مخصوص حدود وقیود میں رکھی جاتی ہے۔ البتہ قبائلی، مقامی اور خود ساختہ غلط رسوم ورواج کے تحت عورت کو نشانہ بنانے کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھا جا سکتا۔

اس ترمیمی بل میں توہین رسالت ایکٹ میں بھی ترمیم کر کے اسے سائل کے لیے ناقابل رسائی بنا دیا گیا ہے اور اس وقت تک رپورٹ درج نہیں کی جا سکے گی جب تک ایس پی اس کی اپنے طور پر تفتیش مکمل نہ کر لے۔ ظاہر ہے ایک بیسویں گریڈ کا ڈسٹرکٹ پولیس افسر جب تک رپورٹ کنندہ کو ملے گا، اس وقت تک معاملہ قابو سے نکل گیا ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بل پر عمل درآمد کے ساتھ اس کو سہل بنانے پر بھی توجہ دی جائے۔

ان دنوں ہماری حکومت چونکہ امریکہ کے کہنے پر پاکستان کے طول وبلد میں 'روشن خیالی' عام کرنا چاہتی ہے اور یہ بل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تاہم ضرورت ہے کہ اسے اعتدال اور شرم وحیا کے اسلامی تقاضوں سے دور نہ ہونے دیا جائے، کیونکہ آزاد خیالی کے میدان میں ہم جس قدر بھی آگے بڑھیں گے، امریکہ پھر بھی راضی نہ ہو گا اور اس طرح ہمارے ہاں فحاشی وبے حیائی اور اسلامی اقدار کی خلاف ورزی کا سلسلہ عام چل نکلے گا۔''

تحریر: ڈاکٹر ظفر علی راجا، ایڈووکیٹ (رکن مجلس التحقیق الاسلامی)

دوشماروں کے برابر ضخامت کی وجہ سے زیر نظر شمارہ نومبر اور دسمبر ۲۰۰۴ء کا مشترکہ ہے۔ ادارہ